# تدوینِ فقہ

## (۸)

حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات
جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

آپ تو خدا جانے مذہبِ اسلام کے اختلافی قصوں کا کتنی بھیانک اور مہیب شکلوں میں تصور جمائے بیٹھے ہیں، اور یہاں حال یہ ہے کہ ایسی بات جس پر منطق بہ ظاہر "ناممکن" اور "محال" کا فتویٰ لگائے بغیر نہیں رہ سکتی، علمائے اسلام اس کے بھی صرف امکان ہی نہیں بلکہ وقوع پذیر ہونے کے قائل ہو گئے۔

میرا مطلب یہ ہے کہ "البینات" کے سوا، جن کی تفصیل گذر چکی اور بتایا جا چکا ہے کہ شروع ہی سے ان کی تبلیغ و اشاعت میں پیغمبر اور پیغمبر کے جانشینوں نے ایک ایسا طریقہ کار اختیار فرمایا کہ مذہبِ اسلام کے عناصر و اجزا میں ان کا ہونا، اتنی بدیہی اور بین حقیقت بن چکی ہے کہ اسلام کے ساتھ جزئیت کا جو تعلق اُن کا ہے اس کے ماننے پر وہ بھی مجبور ہیں جو سرے سے اسلام کو بھی نہیں مانتے، اسی لئے اسلام کے اس حصہ میں اختلاف ڈالنے والوں کا حال تو اور ہے۔ جس کا کچھ حال آگے بیان ہوگا، لیکن دین مذہب کے جن اختلافات کا تذکرہ اس وقت کر رہا ہوں، ان کے متعلق یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ ان اختلافات کے متعلق ایک دو نہیں، اسلام کے ائمہ و علماء کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کے مسائل میں اختلاف کرنے والوں میں سے کسی کو برسرِ غلطی نہیں قرار دیا جا سکتا، صرف یہی نہیں بلکہ یقین کرنا چاہئے کہ ان میں ہر ایک حق پر اور رند ہا وہ راہِ ثواب پر ہے، جس کا دوسرا مطلب یہی ہوا کہ منطق نفی و اثبات کو جو تناقض کو محال قرار دیتی ہے، اختلاف کے مسئلہ میں ہمارے علماء وائمہ کی رواداری گویا

یوں سمجھنا چاہئے کہ اس حد کو پہنچی ہوئی ہے کہ منطق کے اس قاعدہ کی پروا بھی گویا ان کے نزدیک ضروری نہیں قرار دی گئی اور یہ رائے کچھ آج غیروں کی تالیوں اور اپنوں کی گالیوں سے متاثر ہو کر نہیں قائم کی گئی ہے، بلکہ اس رائے کی تاریخ اسی قدر قدیم ہے جتنی قدیم خود اسلام کے ان مذہبی اختلافات کی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب عقد الجید میں یہ ارقام فرمانے کے بعد

| | |
|---|---|
| اختلفوا فی تصویب المجتہدین | ان دینی مسائل کے متعلق جن کی کوئی قطعی دلیل نہیں |
| فی المسائل الفرعیۃ التی | پائی جاتی، ائمہ مجتہدین میں جو اختلاف ہے، خود اس |
| لا قاطع فیہا أھل کل | اختلاف کے متعلق بھی یہ اختلاف ہے کہ جتنے مجتہدین |
| مجتہد فیہا مصیب او المصیب | ہیں، آیا سب حق پر ہیں یا حق پر ان میں سے کوئی |
| واحد۔ | ایک ہی ہو سکتا ہے۔ |

یہ جواب دیتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| قال بالاول الشیخ ابو الحسن الاشعری | پہلی بات یعنی ان میں سے ہر ایک حق پر ہے |
| والقاضی ابو بکر الباقلانی وابو یوسف | یہی قول ابو الحسن الاشعری، قاضی ابو بکر باقلانی |
| ومحمد بن الحسن وابن شریح۔ | ابو یوسف اور محمد بن حسن و قاضی شریح کا ہے |

اور یہ تو چند اشخاص کے نام ہوئے اگرچہ ہر نام کسی امام ہی کا نام ہے، آگے فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| ونقل عن جمہور المتکلمین من | اور یہی بات جمہور متکلمین سے بھی نقل کی گئی ہے خواہ یہ |
| الاشاعرۃ والمعتزلۃ[1] | متکلمین اشاعرہ سے ہوں یا معتزلہ سے ہوں۔ |

رہ گئی یہ بات کہ نفی و اثبات کے قانون کی خلاف ورزی جو لازم آتی ہے، شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ اسی کتاب میں اس کا جواب دیا ہے، خواہ یہ بات بہ ظاہر کتنی ہی دشوار معلوم ہوتی ہو لیکن ادنیٰ تامل واضح ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے اختلاف پر نفی و اثبات والا منطقی قاعدہ چسپاں

[1] عقد الجید ص ۱۱۔

ہی نہیں ہوتا، کیونکہ ایسے اختلافات یا توان حدیثوں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں جو پیغمبر سے براہ خبر الخاصہ مروی ہیں، اور اس میں کوئی دشواری نہیں ہے اگر یہ سمجھا جائے کہ پیغمبر یہ بھی کرتے تھے اور وہ بھی کرتے تھے، مثلاً رفع الیدین (رکوع میں جانے اور اٹھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کا جو مسئلہ ہے) اس میں کیا خرابی ہے اگر مانا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہاتھ اٹھاتے تھے کبھی نہیں، اختلاف ان مسائل کے متعلق یہی نہ تھا کہ سنت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل کیا تھا، جب دونوں ہوسکتے ہیں، تو سنت ہونے میں دونوں برابر ہوئے۔ پس نفی بھی واقع کے مطابق ہے اور اثبات بھی۔

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ باوجود سنت ہونے کے افضل کیا ہے، مگر نفسِ سنت ہونے کا جو دعویٰ تھا، اس کی حد تک تو دونوں باتیں صحیح ہیں، اور اختلافات کا دوسرا قصہ ان اجتہادی مسائل میں پیدا ہوتا ہے جن کی صراحت نصوص میں نہیں پائی جاتی، اور نصوص کو دیکھکر ارباب فکر و نظر و علم و بصیرت نے بطور استنباطی نتائج کے ان کو پیدا کیا ہے، پھر اس کی مثال کیا ہوئی؟ قانون کی ایک کتاب دو ضلعوں کے دو مختلف حاکموں کے سپرد کی جاتی ہے، یہ کہتے ہوئے کہ ایسے واقعات جن کے متعلق احکام کی تصریح قانون کی اس کتاب میں نہ ملے تو کتاب کے قوانین مذکورہ کو پیشِ نظر رکھکر ان ہی کی روشنی میں چاہیے کہ ہر حاکم حکم لگائے اور فیصلہ دے، ایک ہی قسم کی فرض کیجیے کہ دونوں حاکموں کے سامنے کوئی ایسی صورت پیش ہوئی جن کا صراحۃً حکم قانون کی اس کتاب میں موجود نہ تھا۔ دونوں نے کامل غور و خوض اور انتہائی نظر و فکر سے کام لیکر دیانت داری کے تمام احساسات کو بیدار رکھتے ہوئے فیصلہ کیا، اتفاقاً ایک کا فیصلہ دوسرے سے اگر مختلف ہوجائے اور ایسا ہوجانا نہ صرف ممکن بلکہ ہوتا ہی رہتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کو برسرِ غلطی قرار دینا، کیا خود غلطی نہیں ہے؟ غیر شرعی قوانین میں حکومت کے منشار کے مطابق ہونا ہی کسی فیصلہ کی صحت کا جیسے معیار ہے اسی طرح شرعی قوانین میں حق تعالیٰ کی مرضی اور منشار کے مطابق اجتہادی احکام کا ہونا ہی ان کا صدق و صواب ہے، امر و حکم کی جنھیں اجازت شریعت

عطا کر چکی ہے۔ انھوں نے اجتہاد کے فرائض کی پابندی کرتے ہوئے اگر اجتہاد کیا ہے تو جو نتیجہ وہ پیدا کریں گے وہی شریعت کا منشا قرار پائے گا، اور اجتہادی احکام کے حق وصواب ہونے کے یہی معنی ہیں، باقی حدیثوں میں حاکموں کے فیصلوں کے متعلق جو یہ آیا ہے کہ وہ کبھی صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور کبھی غلط بھی، اس کا تعلق اجتہادی احکام سے نہیں تھا بلکہ واقعات پر شرعی احکام کو منطبق کرنے کا کام حاکم جو کرتا ہے اس حدیث کا اسی سے تعلق ہے۔ مثلاً چوری کے الزام کے ساتھ ایک شخص حاکم اور قاضی کے پاس پیش ہوا، چور کو کیا سزا دی جائے اس کا حکم صراحۃً قرآن میں موجود ہے اس لئے سزا کی تجویز کے لئے اجتہاد کی ضرورت نہیں، البتہ وہ چور ہے یا نہیں یہ واقعہ کی تحقیق کا کام ہے اور اس میں دونوں باتیں صحیح نہیں ہو سکتیں یعنی وہ چور بھی ہو، اور نہ بھی ہو، مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی نہیں، اس حکم کا تعلق اجتہاد کی اسی قسم سے ہے، ورنہ مسائل اجتہادیہ میں واقعہ کی مطابقت صرف اس قدر ہے کہ مجتہد نے یعنی اس شخص نے یہ فیصلہ کیا ہے، جس کا فیصلہ ہی شریعت کا منشا ہے۔

بہر حال مجھے تو اس وقت صرف یہ بتانا تھا کہ مذہب کے جس اختلاف پر آج ہر جگہ واویلا مچا ہوا ہے، جن لوگوں میں یہ اختلاف تھا وہ اس کے متعلق اتنا ائتلافی واتفاقی نقطۂ نظر رکھتے تھے، آخر اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ ائمہ مجتہدین اپنے سوا دوسروں کے خیال کو غلط سمجھتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ امام ابوحنیفہ کی قبر کے خیال سے امام شافعیؒ دین کے ایک صحیح مسئلہ کو چھوڑ کر اس طریقۂ عمل کو اختیار کرتے جو ان کے نزدیک غلط یعنی دین نہ تھا، یا امام مالکؒ دو دو دفعہ موقعہ ملنے کے باوجود ان مسلمانوں کو جو ان کے فقہی نتائج سے مختلف تھے، ان کو غیر شرعی اور دینًا ان کے نزدیک جو غلط زندگی تھی اس پر باقی رہنے کی اجازت ہی نہیں، بلکہ خلیفۂ وقت کو غلطی کی اصلاح سے روک سکتے تھے، مالکم کیف تحکمون۔

کوئی توجیہ ان بزرگوں کے اس طرزِ عمل کی اس کے سوا نہیں ہو سکتی کہ وہ سب ہی کو حق وصواب سمجھتے تھے، شاید یہی بنیاد ہے؛ غالبًا مشہور امام سفیان ثوریؒ کے اس قول کی کہ وہ مذہب کے ان اختلافات کو اختلافات کے لفظ سے تعبیر بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

شعرانی نے نقل کیا ہے۔

قال سفیان الثوری لا تقولوا اختلف العلماء فی کذا و قولوا قد وسع العلماء علی الامة بکذا (میزان ص ۳۱)

سفیان ثوریؒ کہتے تھے کہ علماء نے فلاں مسئلہ میں اختلاف کیا، یہ نہ کہا کرو، بلکہ یوں اس کو لکھا کرو کہ امت کے لئے علماء نے یہ گنجایش پیدا کی۔

کاش! ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ پاکیزہ اصلاحی مشورہ مان لیا جاتا اور بجائے اختلفوا، اختلفو کے توسعوا، یا اس کے ہم معنی الفاظ کے استعمال کا امت میں رواج ہو جاتا، تو اختلاف کے لفظ اور صرف لفظ سے دنیا اور دنیا کیا حد یہ ہے کہ خود مسلمان جس مغالطہ میں آج مبتلا ہیں، یا مبتلا کر دیئے گئے ہیں وہ شاید پیدا ہی نہ ہوتا۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات اور ان اختلافات سے پیدا ہونے والی فرقہ بندیوں کے شور سے آج آسمانوں کو جو سر پر اٹھا لیا گیا ہے، باور کرایا گیا اور کر بھی لیا گیا کہ اسلام کی تاریخ میں شاید ہی کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں ہفتاد و دو ملت والی جنگ میں ملت اسلامیہ مبتلا نہ رہی ہو۔ سمجھا جاتا ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے ایسا واقعہ جس کی تصدیق ہمیشہ مشاہدہ سے ہوتی رہی ہے اور ہو رہی ہے اب میں لوگوں سے کیا کہوں، جس چیز کو وہ واقعہ کہہ رہے ہیں، دعوی کر رہے ہیں کہ مشاہدہ اس کا علم ان کے اندر پیدا کر رہا ہے، میرا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔

سب جانتے ہیں کہ ایک مدت تک، اس وقت تک، جب تک کہ مسلمانوں میں یونانی اور اسکندرانی[1]، ہندی و ایرانی زبانوں کے علوم و فنون ترجمہ کی راہ سے منتقل ہو کر نہیں پہنچے تھے، ان کے عوام ہوں یا خواص، مذہب کے "البیناتی" عناصر و اجزاء کے متعلق کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں رکھتے تھے، اس زمانہ تک ان میں جو کچھ بھی اختلاف تھا وہ ان ہی امور کی حد تک تھا، جن کے اختلاف کا، اختلاف نام رکھنا بھی شاید صحیح نہیں بلکہ سب حق پر ہیں، سب راہ صواب ہی پر چل رہے ہیں یہی سمجھا جاتا تھا، یہی وجہ تھی کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ رفع الیدین کرتے تھے، کسی حنفی کے دل میں قطعاً کسی زمانہ میں ایک

---

[1] اسکندریہ کے مدرسہ میں جن علوم و فنون کا رواج تھا ان ہی کی یہ اصطلاحی تعبیر ہے۔

لمحہ کے لئے بھی اس کا وسوسہ نہیں آیا کہ ان کے دین میں کسی قسم کی کوئی کمی تو کیا پیدا ہوگی، وہ اس ت
ے بھی عاجز ہیں کہ امام شافعیؒ کی ولایت اور ان کے مدارج میں شک کریں، جن کے مستحق امت
اولیا اور صلحا سمجھے جاتے ہیں، اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہی نسبت شوافع کو امام ابو حنیفہؒ اور ان
تلامذہ راشدین سے ہے، قبر ابی حنیفہؒ پر امام شافعیؒ کے اس طرزِ عمل کے سوا، امام ابو حنیفہؒ کے
شوافع کی عقیدت کی یہ انتہا ہے کہ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ جو مسلکاً ایک شافعی عالم ہیں
اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں یہ ارقام فرمانے کے بعد

| | |
|---|---|
| انھم کلھم علی ھدی من ربھم | تمام ائمہ سیدھی راہ پر ہیں اپنے رب کی طرف سے |
| وما یھینہ احد فی قول من | اور ان بزرگوں میں سے کسی کی اہانت وہی کر سکتا ہے |
| اقوالھم الا لجھلہ دلیلہ | جو ان کے مسلک کی دلیل سے ناواقف ہے یا جہاں |
| اما من حیث دقتہ مدارکہ | سے بات ائمہ کی سمجھ میں آئی ہے وہ بہت نازک |
| علیہ۔ | اور دقیق ہو۔ |

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| لاسیما الامام الاعظم ابو حنیفۃ | خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ |
| النعمان بن ثابت رضی اللہ تعالی عنہ | تعالیٰ عنہ جن کے علم کی کثرت اور پارسائی و |
| الذی اجمع السلف والخلف علی کثرۃ | عبادت اور ان کے علمی مدارک کی نزاکت اور |
| علمہ وورعہ وعبادتہ ودقۃ مدارکہ و | استنباط پر اگلوں اور پچھلوں کا اتفاق ہے، امام |
| استنباطاتہ وحاشاہ رضی اللہ تعالی | ابو حنیفہؒ کی ذات اس الزام سے قطعاً بری ہے |
| عنہ من ان یقول فی دین اللہ بالرای | کہ اللہ کے دین میں انھوں نے کوئی ایسی بات |
| لا یشھد لہ ظاھر الکتاب | کبھی کہی ہو جس کی شہادت قرآن اور سنت کے |
| ولا سنۃ (ج ۱ ص ۵۲) | ظاہر نصوص میں نہ ملتی ہو۔ |

آخر میں اپنے شیخ علی الخواص کی شہادت جو میرے خیال میں واقعہ کی شہادت ہے، ان الف

ل کرتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| مدارك الامام ابی حنیفة | امام ابوحنیفہؒ جہاں سے اپنے مسائل و مجتہدات کو استنباط |
| لا یكاد یطلع علیه الا | کرتے ہیں وہ اتنے تاریک و دقیق ہیں کہ ان سے بجز بڑے |
| اهل الكشف من كبار | بڑے بڑے اولیاء اللہ صاحب کشف کے دوسرا مشکل |
| اولیاء الله (ج ۱ ص ۱۴) | ہی سے مطلع ہو سکتا ہے۔ |

اور غالباً یہی بنیاد ہے جو شعرانی نے چند سطروں کے بعد یہ بھی لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| ومذهب الامام ابی حنیفة اول | مدون ہونے کے لحاظ سے تمام مذاہب اور فقہی مکاتب |
| المذاهب تدوینا وآخرها | خیال میں پہلا مذہب امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے اور ختم ہونے |
| انقراضا كما قال بعض اهل الكشف | کے لحاظ سے بھی آخری مذہب امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے |
| قد اختاره الله تعالی اماما | جیسا کہ بعض ارباب کشف نے کہا ہے، اللہ تعالیٰ نے |
| لدینه وعباده ولم یزل اتباعه | امام ابوحنیفہؒ کو اپنے دین کی پیشوائی کے لئے چن لیا اور |
| فی زیادة فی كل عصر الی | اپنے بندوں کا انھیں امام بنایا، ان کے ماننے والے ہر |
| یوم القیامة۔ | زمانہ میں بڑھتے چلے جائیں گے قیامت کے دن تک۔ |

شیخ نے اپنے آخری فقرہ میں جن امور کی طرف اشارہ کیا ہے، ان میں بعض اجزاء کی تفصیل ے آرہی ہے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کا سب سے پہلے مدون ہونا، ان کے اتباع کا دن بدن بڑھتے ے جانا، انشاء اللہ اپنے تمام اسباب و وجوہ کے ساتھ ان پر سیر حاصل بحث کی جائے گی، لیکن ایک فی عالم کا اس کشف کو بغیر کسی تنقید کے نقل کرنا کہ امام ہی کا مذہب سب سے آخر میں رہ جائے گا اور اسی پر ختم ہوگی، جو ان کے کلام کا حاصل ہے، اس وسعت دلی کا کتنا بڑا ثبوت ہے جو مذہبی اختلافات ے باوجود علماء اسلام میں پائی جاتی تھی۔

جو نہ دیکھنا چاہتے ہوں انھیں تو کوئی دکھا نہیں سکتا، لیکن مسلمانوں میں سارے جہان کے مانوں میں عظمت و احترام کا جو مقام عالی حضرت سیدنا شیخ جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے

اس سے کون واقف نہیں؟ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی، غوث اعظم کا لفظ کس کی زبا
پر جاری نہیں، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ حضرتِ والا اسی کا حنبلی تھے اور ایک وہی کیا، شافعی المسلک
غزالی، اگر حجۃ الاسلام ہیں تو سب کے حجۃ الاسلام ہیں۔ رازی شافعی اگر امام ہیں تو سب کے امام
"نیست پیغمبر و لے دارد کتاب" والے رومی کو چونکہ وہ حنفی تھے اس لیے اس خطاب کا مستحق کیا، صر
حنفی مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ مجددِ فاروقی کو اسلامی دنیا کے جس جس حصہ میں مجدد تسلیم کر لیا گیا
کیا ان کے متعلق یہ بات صرف حنفی مسلمانوں ہی تک اس لیے محدود ہے کہ نسبتاً اپنی حنفیت
انھیں زیادہ اصرار تھا۔

پھر دنیا کا جو اختلاف پیدا ہونے کے ساتھ ہی اختلاف کے اس رنگ میں رنگین ا
اتفاق و اتحاد کی ان صورتوں میں بدل جاتا ہو، مشاہدہ کرنے والوں نے مشاہدہ کیا، اگر اس کو
اختلاف اور وہی اختلاف سمجھتے رہے جس نے قوموں کو بانٹا اور کاٹا ہے اور آج بھی خیالات
کا اختلاف تو ہے جو زمین کے کرہ پر اودھم مچائے ہوئے ہے، انسانیت کے لئے لعنت بنا ہوا
ہمارے ان مذہبی اختلافات کے تل کو مسہ بلکہ رسولی اور خدا جانے کیا کیا بنا کر دکھایا گیا۔ لیکن
قوموں کے آبا و اجداد نے مذہبی اختلافات میں اور ان کے پوتے پڑپوتوں نے لامذہبی[1] اختلافات میں

---

[1] مطلب یہ ہے کہ کلیسائی عہد میں جو کچھ یورپ نے خون بہایا اب مذہب کے نام سے بہایا، مذہب کے
خون سے تنگ آ کر جب مذہبیت میں پناہ لی گئی اور رب پرست یونانیوں رومانیوں کو پیشوا بنایا گیا، تو ان قوموں کے
اوہام وطنیت و قومیت کے زندہ ہوئے، اب عقائد و خیالات کے اختلاف پر نہیں بلکہ اضطراری صفات مثلاً چہرے
یا نسلوں کے اختلاف پر جنگ کی بنیاد رکھی گئی یا ان وہمی اور فرضی حدود پر جن کے ذریعے خاک کے اس تودہ زمین کو
ناموں سے موسوم کر دیا گیا ہے کسی کا نام یورپ اور کسی کا ایشیا رکھ دیا گیا اور جو صرف وہم تھا، واقعہ سے اس کا کوئی تع
اسی کو واقعہ سمجھا گیا، پھر یہ جو کچھ ہوا، تقریباً یہی حال زبانوں کے اختلاف کا بھی ہو کہ معانی سے الفاظ کا ظاہر ہے کہ کوئی
اور قدرتی تعلق نہیں ہوتا بلکہ جس شے کی تعبیر کے لیے جس لفظ کو فرض کر لیا گیا وہی شے اب اس لفظ کا معنی بن گئی
بولیوں کے بولنے والوں میں جب زبانوں کی اسی اختلاف پر لڑائی کی گئی تو گویا یہ بھی صرف ایک فرضی مسئلہ کے
نہ ہوئی، لیکن یورپ اب تو ان حدود سے بھی آگے نکل گیا ہے، خیالات کا اختلاف جس پر سنا گیا تھا، اب اسی پر

کچھ کیا کرتے رہے، کر رہے ہیں، اور خدا ہی جانتا ہے کہ کب تک کرتے رہیں گے۔ ان سب کو بھلا دیا گیا ناقابل برداشت بنا دیا گیا، اس اختلاف کو کہ مسلمانوں میں کسی کو زور سے آمین کہنے پر اصرار ہے اور کسی کو آہستہ کہنے پر، اپنے محبوب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جس باطنی نسبت پر یہ اصرار مبنی ہے، اس سے قطع نظر بھی کر لیا جائے جب بھی میں پوچھتا ہوں، توپوں کی گرج اور بموں کی کڑک کے درمیان زندگی گذارنے والوں نے کیا یہ انصاف کیا جب

غنچہ چٹخا تو کہا سر میں دھمک ہوتی ہے

کہنے والے نے سچ کہا تھا؛

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

خیر میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام میں اختلاف جو کچھ بھی تھا صرف مذہب کے اسی حصہ سے اس کا تعلق تھا جس کا اختلاف مردود نہیں، بلکہ گذر چکا کہ ایک حد تک مطلوب و مقصود تھا، اس عہد کے بعد یہ صحیح ہے کہ باہر سے درآمد کئے ہوئے جراثیم نے کچھ دن کے لئے ان اختلافات کو ضرور پیدا کیا، جن کی لہریں غیر بنیاتی حصہ سے گذر گذر کر اسلام کے "بنیاتی" عناصر سے بھی ٹکرا ٹکرا جاتی تھیں، اور اس لئے چاہا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ فرقہ بندیوں والے اختلاف میں کچھ دن کے لئے اسلام ضرور الجھ گیا، لیکن اسی کے ساتھ جس طنطنہ اور دبدبہ کے ساتھ اختلافات کے ان قصوں کی داستان سرائی اپنوں یا غیروں نے کی ہے یا کر رہے ہیں، جہاں تک میں خیال کرتا ہوں بجائے مشاہدے کے زیادہ تر ان کا تعلق بھی مغالطوں ہی سے ہے بلاشبہ کتابوں میں خصوصاً "فرق" کے "فروق" کو بیان کرنے والی کتابوں میں "ہفتاد و دو ملت" کی جو لمبی لمبی فہرستیں اسلامی فرقوں کی لوگ درج کرتے ہیں ان کے دیکھنے سے تو دماغ بوکھلا جاتا ہے، اور اسی بوکھلاہٹ میں لوگ یہ سوچنا بھول جاتے ہیں کہ جن گوناگوں، بوقلموں فرقہائے اسلام کا ان کتابوں میں تذکرہ کیا گیا ہے وہ دنیا کے کس خطہ میں کہیں آباد بھی ہیں یا نہیں،

بحمد اللہ آج دنیا میں چالیس سے لیکر ستر کروڑ تک کی تعداد ان انسانوں کی بتائی جاتی ہے ... ان کو ایک ایسی امت کی شکل میں اسلام نے

بدل دیا ہے، جس کا خدا ایک ہے، نبی ایک ہے، کتاب ایک ہے، قبلہ ایک ہے، اور آپ غور نہیں کرتے ورنہ نظر آتا کہ فرقہ بندیوں کے لحاظ سے بھی ان کی اکثریتِ غالبہ شدیدہ صرف ایک ہی فرقہ کی شکل میں پائی جاتی ہے، یعنی اسلام کے "بیّناتی" حصہ کے متعلق ان میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور گذر چکا کہ فرقہ بندی کے لئے جس اختلاف کی ضرورت ہے وہ بیّنات ہی کا اختلاف ہے، میری مراد اہل السنت والجماعت سے ہے، کون نہیں جانتا کہ بیّنات کی حد تک ان میں سب ایک ہی نقطۂ نظر پر متفق ہیں، اسی کی تعبیر وہ "ما انا علیہ واصحابی" سے کرتے ہیں یعنی متفقہ طور پر پیغمبر اور پیغمبر کے ساتھیوں سے جو دین منتقل ہو کر مسلمانوں تک پہنچا ہے اہل السنت اسی کو اپنا دین بناتے ہیں۔

اہل السنت کے بعد آپ ہی بتائیے کہ آج مسلمان کہلانے والی قوموں میں ایسے کتنے فرقے ہیں جنھیں "بیّنات" میں اہلِ سنت سے اختلاف ہو، دی جس کا نام اصولی اختلاف ہے، دماغ پر زور دیجئے، ڈھونڈھ لیجئے، دنیائے اسلام کے کونے کونے گوشے گوشے میں ٹٹولئے، شیعہ نام بتانے والے ایک فرقے کے سوا اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر کم از کم اس زمانہ تک جس زمانہ تک مسلمان ملنے میں ہو یا جدا ہونے میں غیروں کے نہیں بلکہ خود اپنے ارادے[۵] کے پابند تھے، کتابوں میں دیکھ کر نہیں مشاہدہ کی رو سے بتائیے کہ اور بھی کوئی ہے؟ "میں نہیں جانتا کہ کوئی نہیں" کے سوا اس کا مشاہداتی جواب اور کیا ہو سکتا ہے، بمشکل جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگر انتہائی تلاش و جستجو سے کام لیا جائے تو عرب کے بعض ساحلی علاقوں مثلاً مسقط وغیرہ میں جیسا کہ سنتے ہیں، دس بیس ہزار نفوس خارجیوں کے بھی شاید مل سکتے ہیں، لیکن جہاں سوال کروڑہا کروڑ کا ہے، نصف ارب سے بھی جس قوم کی مردم شماری

---

[۵] میرا اشارہ مسلمانوں کے ان جدید عصری رجحانات کی طرف ہے جو محکومیت کے اس عہد میں آزادی خیال کے نام نہاد نام سے پیدا ہو رہے ہیں اور آئے دن مختلف گوشوں سے اسلامی عقائد و اعمال کے متعلق نت نئی راہوں کا اظہار ہو رہا ہے گو ان جدید رجحانات نے اب تک مسلمانوں میں (بجز ایک خاص تحریک کے جس میں ختم نبوت کے متفقہ متواتر اجماعی مسئلہ کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے) اور کسی خیال نے کوئی ایسی پختہ صورت نہیں اختیار کی جس سے کسی خاص فرقہ کی بنیاد پڑتی ہو۔

کی رپورٹ قریب ہے کہ آگے نکل جائے، بلکہ اعداد و شمار کے بعض اچھے ماہرین[1] سے تو سننے میں آتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد نصف ارب سے آگے بڑھ کر پون ارب کے قریب پہنچ چکی ہے، بھلا زمین کی اتنی بڑی آبادی کے مقابلہ میں یہ چند ہزار نفوس بھی کیا قابل شمار ہو سکتے ہیں۔

کیا تماشا ہے اس ہفتاد و ملت کے لطیفہ کا، جس سے ہفتاد کا لفظ ساقط ہو کر صرف "دو" (سنی اور شیعہ) تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان دو فرقوں میں بھی چند ایسے ذیلی فرقے کہیں کہیں جو پائے جاتے ہیں، جن کے اختلاف کو "بینات" کا اختلاف قرار دیا جا سکتا ہے جیسا کہ میکڈانل نے بھی لکھا ہے کل کے کل وہ شیعوں ہی کے ذیلی فرقے ہیں، مثلاً یمن کے زیدیہ ہرریہ یا ہندوستان کے سلیمانیہ، داودیہ، آغاخانیہ، باقی اہل سنت میں جو اختلافات ہیں اور ان اختلافات کی بنیاد پر بطور نام نہاد کے لوگ مختلف ائمہ کی طرف منسوب ہیں۔

بتا چکا ہوں کہ عملاً ہو یا علماً ان کے اختلافات کی وہ نوعیت ہی نہیں ہے جس سے فرقے بنتے اور ٹولیاں تیار ہوتی ہیں، حتی کہ آپ یہ بھی سن چکے کہ ان کے اختلاف کو اختلاف کہنا بھی صحیح نہیں ہے، یہی واقعہ بھی ہے، اہل سنت کے عوام ہوں یا خواص یہی وہ جانتے بھی ہیں: اسی پر ان کا عمل بھی ہے۔ اسی لئے باہم ایک مسلک کے لوگ دوسرے مسلک والوں سے شادی بیاہ کے عام معاشرتی ہی نہیں بلکہ پیری مریدی تک کے تعلقات قائم کرنے سے نہیں جھجکتے، شروع سے لے کر اس وقت تک ان کا عام حال یہی رہا ہے، کہیں کہیں شخصی طور پر اگر کسی کے قلم سے یا زبان سے اور وہ بھی علمی مباحثوں یا مناظروں کے وقت کچھ بے احتیاطیاں عمل میں آئی ہیں تو اس کی ذمہ داری ان اختلافات پر عائد نہیں ہوتی، بلکہ اس قسم کی بے احتیاطیاں تو ان لوگوں کے اندر بھی پائی جاتی ہیں جن میں یہ اختلافات نہیں ہیں، علمی ترنگ اور مناظراتی جوش میں بھر کر کیا حنفی عالموں نے

---

[1] مجھے حوالہ یاد نہیں رہا کسی معتبر مجلہ میں جنیوا والی مرحوم لیگ آف نیشن (مجلس اقوام) کے شعبہ اعداد و شمار کی رپورٹ درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد ستر کروڑ کے قریب پہنچ چکی ہے اور مجھے یوں بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ایسے صحرائی دور دراز علاقوں (مثلاً صحرا لیبیا وادی قبچاق ترکستان وغیرہ) میں پھیلی ہوئی ہے جن تک شمار کرنے والوں کی رسائی آسان نہیں ہے۔ ۱۲

اپنے ہی جیسے حنفی عالم پر چوٹیں نہیں کی ہیں، واقعہ یہ ہے کہ زیادہ تر اس کا تعلق ان کے شخصی افت
طبع اور فطری خصوصیات سے ہوتا ہے، ان کے مباحثے مباحثوں کی حدود سے نکل کر جھگڑوں کی
شکل اگر اختیار کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مذہبی مباحثہ کرنے والے جھگڑتے ہیں، بلکہ
جھگڑنے والے اتفاقاً جب مذہبی مباحثہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس وقت بھی ان کی طبیعت کا
اقتضاء ہے وہ ظاہر ہوتا ہے۔

لیکن یہ بے احتیاطیاں بھی، کیا زبان و قلم سے آگے بڑھ کر کبھی تلوار کے قبضوں تک پہنچ گئی ہ
اسلام تیرہ ساڑھے تیرہ سو سال کی اپنی ایک طویل تاریخ رکھتا ہے اور اس کی آبادیوں کا دائرہ ایشیا
افریقہ بلکہ یورپ کے بعض خطوں کو محیط ہے، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ حنفیوں کی فوج شافعیوں سے
مقابلہ میں یا مالکیوں کا رسالہ حنبلیوں کے مقابلہ میں اس لئے صف آرا کبھی کہیں، کسی زمانہ میں ہو
تھا کہ ان میں ایک دوسرے سے مذہبی اختلاف تھا۔

رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں میں جو کچھ ہوا وہ تو خیر ایک بڑی بات ہے، میں نہیں جا
کہ اہل السنت کے ان مختلف اماموں کے متبعین میں کبھی کوئی معمولی جھڑپ بھی ہوئی ہے اور تیرہ
سال کی اس طویل مدت میں ایک دو واقعے اگر کہیں شاذ و نادر پیش آئے بھی ہوں تو تحقیق سے معلوم
کہ جھڑپ کی بنیاد میں درحقیقت کوئی دوسری چیز پوشیدہ تھی، یعنی فائدہ، ناجائز فائدہ اٹھانے والوں
اپنے ہم خیالوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ممکن ہے کہ اس معصوم و حلال اختلاف سے غ
معصوم و حرام نفع کمایا ہو، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ "بیّنات" میں اختلاف رکھنے والے فرقوں میں بھ
اس وقت جب دنیا میں کبھی کسی علاقہ میں وہ بیچارے پائے جاتے تھے، خونی مقابلوں اور مجادلو
کے واقعات بھی بہ مشکل ہی پیش آئے ہیں۔ صرف فرقہ باطنیہ جس کا حال اب تو جو کچھ بھی ہو لیکن جس
زمانے میں وہ واقعی باطنیہ تھا، اور باطنیوں کے سے کام کرتا تھا، اس وقت ہر شخص جانتا ہے کہ ان
صرف ظاہر اسلام تھا اور باطن ان کا وہی تھا جو ایک مدت تک اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم
خطرہ بنا رہا، اور جس کا حال یہ ہو اسے اسلامی فرقوں میں شمار ہی کرنا خود بھی مغالطہ میں مبتلا ہونا ہے

دوسروں کو بھی غلطی میں پھنساتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور جسے بلاشبہ
یت حاصل ہے وہ سنیوں اور شیعوں کے اختلافات ہیں، لیکن ان اختلافات کا جو حال اب ہے
جن اختلافات پر اس کی ابتدائی بنیاد قائم ہوئی، چونکہ دونوں میں بڑا عظیم فرق ہے اس لئے اس کا
ین کرنا کہ شیعوں اور سنیوں میں جو مقابلے ہوئے ان میں کن مقابلوں کی بنیاد صرف سیاسی اختلافات
ائم تھی اور کن مقابلوں میں واقعی مذہبی اختلافات مؤثر تھے یہ آسان کام نہیں ہے۔

تاہم اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ شیعیت پر اب سیاسی اختلافات جو وقتی تھے ان سے زیادہ
بی اختلافات ہی کا رنگ غالب ہے۔ اس رنگ کے غلبہ کے بعد ان میں اور سنیوں میں کوئی
ابطہ مذہبی جنگ مذہبی اختلافات کی بنیاد پر ہوئی ہے؟ میں نہیں جانتا کہ اس کے ثابت کرنے
کوئی کامیاب ہو سکتا ہے، کچھ بھی ہو وہ "ہفتاد دو ملت" والی جنگ کا افسانہ آپ دیکھ رہے ہیں
بجائے واقعہ کے کس حد تک افسانہ ہی افسانہ ہے، اسی کے ساتھ کاش اگر لوگ اس پر بھی غور کرتے
ب نہیں جس زمانہ میں بھی ہو اسی زمانہ میں جب کتابوں والے یہ اسلامی فرقے دنیا میں موجود تھے
وقت بھی ان کے ماننے والوں کی تعداد کیا تھی؟ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے مصنفین
زیادہ تر اس سلسلے میں ایسے ایسے فرقوں کے نام بھی درج کر دیئے ہیں، جن میں شریک ہونے
ں میں بانی فرقہ اور اس کے بھائی بھتیجوں اعزہ و اقربا کے سوا شاید ہی کوئی اور ہوتا ہو، حتیٰ کہ
ں بعض تو ایسے ہیں کہ خود ان کے ایک شخصی وجود کے سوا اس فرقہ میں کسی دوسرے آدمی کو
داخل ہونے کی نوبت نہ آئی، دراصل وہ شخصی خیالات تھے، چونکہ عموماً ان خیالات کے پیدا
نے والے ارباب تالیف و تصنیف سے تھے۔ اس لئے انھوں نے اپنے مسلک کی تائید میں کتابیں
ں، مصنفین نے یہ تحقیق کئے بغیر کہ اس مصنف کے سوا دنیا میں اور بھی کوئی ان خیالات کا ماننے
والا تھا یا نہیں، فرقوں کی فہرست میں اس کے نام کا اضافہ کر دیا[1]۔ انشاء اللہ ان اسلامی فرقوں کے

---

[1] اسلامی فرقوں کی اس کتابی فہرست سے شاید یہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ وہ مشہور حدیث یعنی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو کر رہے گی، جس کی نہ صرف سندہی (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

متعلق کسی مستقل مقالہ میں ان لطیفوں کا اظہار کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ ان عقائد و خیالات پر بھی ان کے پیدا کرنے والوں کی موت کے ساتھ عموماً موت طاری ہوتی چلی گئی۔ عام مسلمانوں پر ان کا چونکہ کوئی اثر نہیں پڑا تھا اس لئے اپنے قدیم مسلک "ما انا علیہ و اصحابی" پر وہ اسی طرح قائم رہتے بلکہ اب تک قائم ہیں جس طرح ان کی گذشتہ نسلیں طبقۃً بعد طبقۃٍ اسی پر قائم چلی آرہی تھیں اور جو بد کے تھے ان کی آئندہ نسلیں بھی بالآخر سمٹ سمٹا کر مسلمانوں کی اکثریت میں جذب ہو گئیں۔

اس سلسلہ میں انتہا یہ ہے کہ فرقۂ معتزلہ جن کا اثر عوام پر تو کم ہی پڑا تھا، لیکن اعیانِ دولت و حکومت کی اچھی خاصی تعداد مختلف زمانوں سے ان کے خیالات و عقائد سے متاثر رہی ہے، مگر باوجود اس کے معتزلہ کی عمر کی مدت بھی باعتبار زور و شور کے دو سو سال سے زیادہ نہیں رہی ہے۔ طاش کبری زادہ لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| وکان علم الکلام بایدی المعتزلۃ مائتی سنۃ ما بین المائۃ والثلاث مائۃ (مفتاح ج ۲ ص ۳۷) | معتزلہ کے ہاتھ میں علم کلام کی باگ دو سو سال رہی یعنی پہلی صدی ہجری سے تیسری صدی ہجری تک۔ |

اور پھر تو ان کا بتدریج یہ حال ہوا کہ جن کی کتابوں سے کتابخانے بھرے ہوئے تھے، ان کی کسی کتاب کا تو خیر کیا ذکر ہے کتاب کے کسی ورق کا ملنا بھی اب مشکل ہے، جو کچھ ان کے عقائد و خیالات کا سرمایہ پایا جاتا ہے وہ اہل سنت ہی کی کتابوں میں ہے تردید کرنے کے لئے جو کچھ

(بقیہ حاشیہ ص ۱۸۹) محدثانہ حیثیت سے قابل تنقید ہے "بلکہ میری امت" کے الفاظ کی تشریح میں بھی علماء کا اختلاف ہے بعض لوگ "میری امت" کے نیچے صرف مسلمانوں کو درج کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جنھوں نے آنحضرتؐ کے دعوی نبوت کو قبول کر لیا ہے جن کا اصطلاحی نام امت اجابت ہے لیکن بعض ارباب تحقیق "امتی" کے لفظ کو ان قوموں پر بھی مشتمل سمجھتے ہیں جن کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہیں۔ اصطلاحاً جن کا نام امت دعوت ہے یعنی جن لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی، خواہ انھوں نے آپ کی بات مانی ہو یا نہ مانی ہو، ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے ساری نسل انسانی کے ساتھ پیغمبر کی یہ پیشگوئی متعلق ہو جاتی ہے اور نسلِ انسانی کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جانا محل تعجب نہیں۔ بہر حال اگر امتی سے مسلمان ہی یعنی امتِ اجابت ہی مراد ہو، تو پھر ان کتابی فرقوں سے اس حدیث کی تصحیح ہو سکتی ہے اور اس فہرست کا بھی ایک فائدہ ہو سکتا ہے۔ ۱۲۔

انھوں نے نقل کر لیا تھا، یا اسی طرح کسی اور ضرورت سے کتابوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے، لے دے کر اعتزالی عقائد کے سُراغ لگانے کا عام ذریعہ یہی ہے (صرف علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے یا زیادہ کھینچ دکاڑ سے کام لیا جائے، تو علمِ کلام کے سوا کسی دوسرے فن میں معتزلی علماء کی ایک دو کتابیں اور بھی مل سکتی ہیں)۔

یہ تھی داستان ہمارے ان مذہبی اختلافات کی جس کے بھروسہ پر چاہا جا رہا ہے کہ کلیسا اور کلیسا کے اختلافات کے خوں ریز، جہاں سوز، روح فرسا، نتائج نے جن قرونِ متوسطہ کو یورپ کے عیسائیوں میں پیدا کیا تھا، کسی نہ کسی طرح اسلام کی تاریخ میں بھی اسی قسم کے قرونِ متوسطہ کا کوئی گھناؤنا مرقع تیار کر لیا جائے۔ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ خدا کا دین ظاہر پکار رہا ہے۔

برو ایں دام بر مرغِ دگر نہ  که عنقا را بلند ست آشیانہ

جس نے اب تک اسلام کے "بیّنات" کی حفاظت کر کے اختلافی مسائل کو مسلمانوں کے حق میں مفید ہی بنا دیا ہے، امید ہے کہ آئندہ بھی وہ اس حال کو باقی رکھنے کا سامان کرتا ہی رہے گا۔

واللہ علیٰ کل شئی قدیر  اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ اسلام کے غیر بیّناتی حصہ میں ہر اس شخص کا حق یہ ہو نہ جسے واقعةً "الامر" کا شرعی استحقاق ہو اور منصوصاتِ معلومہ کو پیشِ نظر رکھکر غیر منصوصہ احکام کے استنباط کا جس میں واقعی ملکہ اور حقیقی سلیقہ ہو، ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق بعض ظاہر بینوں نے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ سب نہیں بلکہ ان میں کسی ایک کا حق پر ہونا ائمہ اربعہ کا مذہب ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ان بزرگوں کی طرف اس کا انتساب ادعائی انتساب سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| والحق ان ما نسب الی الائمة | حق یہی ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے |
| الاربعة مخرج من بعض | (یعنی سب کا نہیں بلکہ کسی ایک کا حق پر ہونا) اس کی کوئی |
| تصریحاتهم ولیس نصا | تصریح ان بزرگوں نے نہیں فرمائی ہے بلکہ جن باتوں کی انھوں نے |

منہم [1] تصریح کی ہے ان سے دوسروں نے یہ نتیجہ خود نکال لیا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

وانہ لاخلاف للامۃ فی تصویب المجتہدین فی ما خیر فیہ نصاً واجماعاً [2]

دراصل امتِ اسلامیہ کے اندر اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں یعنی نصاً واجماعاً طے شدہ فیصلہ ہے کہ جن مسائل میں مسلمانوں کو اختیار دیا گیا ہے ان میں تمام مجتہدین حق پر ہیں،

پھر شاہ صاحبؒ نے ایک طویل گفتگو فرمائی ہے جس کا حاصل وہی ہے کہ غیر بیناتی مسائل میں تمام مجتہدین کا حق پر ہونا ایک اتفاقی مسئلہ ہے اور میں تفصیل سے اس پر گفتگو کر چکا ہوں، الات الامام خاتم الفقہاء والمحدثین حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علانیہ حدیث کے اسباق میں اس کا اعلان فرماتے تھے، ایک دفعہ نہیں، براہِ راست اس فقیر نے ان سے بیسیوں دفعہ یہی سنا کہ غیر منصوصہ مسائل میں سب حق پر ہیں، میرا حال تو یہ ہے کہ اس قسم کے مسائل ہیں جن کا نام میں نے غیر بیناتی مسائل رکھا ہے، ان کے اختلافی پہلوؤں کے متعلق ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کا حق پر ہونا ایک ایسی بات ہے جس کی کوئی معقول ہو، یا غیر معقول توجیہ ہی سمجھ میں نہیں آتی بلکہ ان مسائل کے اختلافات کی نوعیت وہی معلوم ہوتی ہے جو قرآنی الفاظ کے تلفظ اور قراۃ کے اختلاف کی ہے شاہ ولی اللہؒ نے بھی "کالقرات السبع" سے ان فقہی اختلافات کو تشبیہ دی ہے یعنی بالاتفاق سلف عن خلفٍ مسلمان یہی مانتے چلے آئے ہیں کہ ان قراتوں میں سے جس قراۃ کے ساتھ بھی قرآن پڑھا جائے سب صحیح اور درست ہے، گویا حدیث

انزل القرآن علی سبعۃ احرف

قرآن سات (یعنی بہت سے) حروف پر نازل ہوا ہے

کو مسلمانوں نے اپنے اجماع سے قطعی بنا دیا ہے، حالانکہ ان قراتوں میں سے ہر ہر قرات کا انتساب اسی طرح فنِ قرات کے مختلف ائمہ کی طرف کیا جاتا ہے جیسے فقہ کے مختلف مکاتبِ خیال، اجتہاد کے مختلف ائمہ کی طرف منسوب ہیں، قراۃ میں بھی ہر ہر امام کی جماعت میں مختلف ذیلی ائمہ ہیں جیسے

---

[1] عقد الجید ص ۱۵ [2] ایضاً۔ [3] صحاح۔

فقہ میں ہیں، پس باوجود ان باتوں کے قرارۃ کے ان تمام اختلافی اشکال کو جن وجوہ سے حق سمجھا جاتا ہے، بجنسہٖ یہی بات اسلام کے غیر بیّناتی مسائل کے ان اختلافات کے متعلق بھی یقین کرنی چاہیے۔

ان سطروں کے اضافہ کی ضرورت آخر میں اس لئے ہوئی کہ جب سے حالات بدلے ہیں اور مسلمانوں کا عمومی مزاج اعتدال کے اس نقطۂ ثقل سے منحرف ہو گیا ہے، جسے اپنی جگہ سے اسلام کی سیاسی طاقت ہلنے نہیں دیتی تھی، لیکن دباؤ ہٹ گیا، اور ہر جانے والے نے اپنی راہ پر جانے کا نام بجائے راہروی کے آزادی رکھ چھوڑا ہے۔ اس اتفاقی حادثہ کے جہاں بیسیوں تلخ نتائج ہیں، ان میں ایک نتیجہ وہ غلو بھی ہے جو بعضوں میں فقہ کے اجتہادی مسائل کے متعلق پیدا ہو گیا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ غالباً اس پر تنبیہ بھی نامناسب نہ ہو گی کہ قرارۃ کے اختلافات ہوں یا فقہیات کے، ہر ایک کے حق و صواب ہونے میں جو حال ان کا ہے یقین کرنا چاہیے کہ بجنسہٖ یہی کیفیت ان اختلافات کی بھی ہے جو باہم ان متکلمین میں پائے جاتے ہیں جو "بیّنات" پر متفق ہونے کے بعد بعض جزئی مسائل کی تشریح میں نقاطِ نظر کا اختلاف رکھتے ہیں مثلاً اشعریہ اور ماتریدیہ کے اختلافات کا جو حال ہے، اور یہی قاعدہ ان اختلافات پر بھی منطبق ہے جو ہمارے اربابِ قلوب و معرفت یعنی صوفیہ صافیہ میں قدرتی طور پر پیدا ہوئے ہیں۔ مولانا اسماعیل شہید اپنی کتاب عبقات میں لکھتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| تفرق اهل الحق کالتفرق بین | اہل حق کا مختلف ہونا جیسے ائمہ اربعہ کا |
| الائمة الاربعة او بین الاشعریة | اختلاف یا اشعریہ و ماتریدیہ کا اختلاف یا (صوفیہ) |
| والماتریدیة او بین الوجودیة | میں وجودیہ (ورائیہ) اور شہودیہ ظلیہ کا اختلاف |
| الورائیة والشهودیة الظلیة او بین | یا مختلف سلاسل و طرق میں جو اختلافات |
| اهل الطرق فالحکم فیه ان کل | پائے جاتے ہیں تو ان اختلافات کے متعلق فیصلہ |
| واحد منهم فی اکثر المسائل | یہی ہے کہ ہر ایک ان میں سے اکثر مسائل میں برسرِ حق |
| علی طریق حق ولکل وجهة | ہے اور ہر ایک اپنے سامنے ایک "رخ" رکھتا ہے |

هو موليها فاستبقوا جس کی طرف وہ توجہ کئے ہوئے ہے پس (مسلمانو) نیکیوں
الخیرات ۔(ص ۱۳۴) میں باہم ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔

اسی بنیاد پر فرماتے ہیں۔

فمن اتبع واحدا منهم پس ان میں جس کسی کی کوئی پیروی کرے گا مقصود
فاز بالمقصود ۔ کو پالے گا۔

سچ پوچھئے تو مولانا نے وہی بات کہی ہے جسے ابتدا میں عمر بن عبد العزیز خلیفہ رضی
تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں۔

لو اختلفوا فاخذ رجل بقول جب صحابہ مختلف ہوئے تو ان میں سے کسی ایک کے
احد اخذ بالسنة قول کو جو اختیار کر لیگا سنت کو پالیگا۔

یا جیسا کہ تلمیذ الصدیقہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت قاسم بن محمد فرمایا کرتے تھے

ای ذلک اخذت به لم یکن (صحابہ کے مختلف اقوال) میں سے جس قول کو بھی تم اختیار
فی نفسک منه شئ ۔ کر لوگے چاہئے کہ پھر جی میں کوئی کھٹک باقی نہ رہے۔

اور جیسا کہ میں بہ تفصیل عرض کر چکا ہوں کہ مسلمان اپنے دین کے ان تمام شعبوں میں سلفاً عن خلف
اسی خیال پر قائم اور اسی پر ان کا عمل دائم تھا۔ بلکہ حضرات صوفیہ صافیہ کے متعلق "الموافقات"
میں علامہ شاطبی نے جو ایک خاص نقطۂ نظر پیش کیا ہے، چونکہ مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کے
متعلق اس سے بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے، چاہتا ہوں کہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر
میں جو کچھ کہنا ہے اس پر "اختلاف" کی اس بحث کو ختم کر دوں۔

(باقی آئندہ)